کیفیّتِ استیفاء قصاص سے متعلق فقہی مکاتبِ فکر کا علمی وتقابلی جائزہ

Scientific and Comparative Review of Jurisprudential Schools of Thought on the Status of Isteefa-e-qisas

مقالہ نگار: **جاوید اقبال**
پی ایچ۔ڈی ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ قرطبہ یونیورسٹی پشاور
Joozvi@gmail.com

معاونِ مقالہ نگار: **پروفیسر ڈاکٹر مشتاق احمد**
ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز، قرطبہ یونیورسٹی پشاور

Abstract

Islamic law advocates social justice, and emphasizes the establishment of a system of justice and devises a mechanism. Therefore, in this regard, Islamic jurisprudence discusses qisas, hudood, and penalties/punishments. Islam declares qisas as life and mentions the establishment of a system of justice as the purpose of the revelation of the Prophets and Messengers. In Islamic law, hudood and qisas can not be suspended. While The Islamic system of justice where it insists on paying the rights of victim, It also prevents aggression and cruelty in enforcing the law on the offender and binds the perpetrator or his guardians or law enforcement agencies to legal jurisdiction. Therefore, this research article describes scientific and comparative review of jurisprudential schools of thought on the status of Isteefa-e-qisas, and it's related discussions.

Keywords: Islamic jurisprudence, Isteefa-e-qisas, Comparative review.

تعارف

فقہ اسلامی جہاں شخصی، عائلی، اور مَدَنی معاملات سے متعلق نصوص واصول سے مالامال ہے وہاں اس کے اندر فوجداری نصوص واصول کا اتنا وافر ذخیرہ موجود ہے کہ وضعی قوانین اس کے سامنے ماندپڑ جاتے ہیں۔ یہ فوجداری مقدّمات کو نمٹانے کی اہلیت رکھتاہے اور جرائم کے سدّباب اور روک تھام کے لیے وضعی قوانین کے مقابلے میں زیاد مؤثر اور نتیجہ خیز ہے۔ چنانچہ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ قانون پر جتنی سختی سے عمل درآمد ہوگا اتنے ہی جرائم میں کمی واقع ہوگی۔ شریعتِ اسلامیہ معاشرتی اور سماجی عدل کا علمبردار ہے، اور نظام عدل کے قیام پر زور دیتاہے اور اس کے لیے ایک طریقہ کار وضع کرتاہے۔ چنانچہ اس ضمن میں شریعتِ اسلامیہ اسلامی فوجداری قانون کے تحت قصاص ودیت، حدود اور تعزیرات کو زیرِ بحث لاتی ہے۔ اسلام قصاص کو زندگی قرار دیتاہے، اور نظام عدل کے قیام کا ذکر انبیاءورُسل کی بعثت کے مقصد کے طور پر کرتاہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں حدود وقصاص کو نہ تو معطّل کیا جاسکتاہے اور نہ ہی ان میں بلاعذر تاخیر کی گنجائش ہے۔ اسلامی نظام عدل جہاں مجنیٰ علیہ کے حق کی ادائیگی پر زور دیتا

ہے، وہاں مجرم پر قانون کی تنفیذ میں تعدّی اور ظلم سے بھی روکتا ہے اور مجنیٰ علیہ یا اس کے اولیاء یا قانون نافذ کرنے والے اداروں کو ایک قانونی دائرۂ عدل کا پابند بنا دیتا ہے۔

استیفاءِ قصاص کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ

''استیفاءِ قصاص''، دو لفظوں سے مرکب ہے۔ پہلا لفظ ''استیفاء'' باب استفعال سے ہے اور اس کا مجرد ''وفی'' ہے۔ اور یہ اکمال اور اتمام کے معنیٰ پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس کا معنیٰ ہے بتمام اپنا حق وصول کرنا اور اس میں سے کوئی چیز باقی نہ چھوڑنا۔ چنانچہ معجم مقاييس اللغة میں ہے کہ: '' (وَفَى) الْوَاوُ وَالْفَاءُ وَالْحَرْفُ الْمُعْتَلُّ: كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلَى إِكْمَالٍ وَإِتْمَامٍ. مِنْهُ الْوَفَاءُ: إِتْمَامُ الْعَهْدِ وَإِكْمَالُ الشَّرْطِ. وَوَفَى: أَوْفَى، فَهُوَ وَفِيٌّ. وَيَقُولُونَ: أَوْفَيْتُكَ الشَّيْءَ، إِذَا قَضَيْتَهُ إِيَّاهُ وَافِيًا. **وَتَوَفَّيْتُ الشَّيْءَ وَاسْتَوْفَيْتُهُ [إِذَا أَخَذْتَهُ كُلَّهُ] حَتَّى لَمْ تَتْرُكْ مِنْهُ شَيْئًا**. وَمِنْهُ يُقَالُ لِلْمَيِّتِ: تَوَفَّاهُ اللَّهُ''.[1]

دوسرا لفظ ''قصاص'' ہے اور اس میں پیروی، مساوات، قطع اور مماثلت کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ معجم مقاييس اللغة میں ہے کہ ''(**قَصَّ**) الْقَافُ وَالصَّادُ أَصْلٌ صَحِيحٌ يَدُلُّ عَلَى **تَتَبُّعِ الشَّيْءِ**............[2]

فقہاء کی اصطلاح میں استیفاء قصاص کا مطلب یہ ہے کہ ''فِعْلُ مَجْنِيٍّ عَلَيْهِ أَوْ وَلِيِّهِ بِجَانٍ مِثْلَ فِعْلِهِ أَوْ شِبْهِهِ''[3] مجنیٰ علیہ یا اس کا ولی مجرم کے ساتھ اس کے فعل کا مماثل یا مشابہ کام کرے جو مجنیٰ علیہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔

قتلِ عمد میں استیفاءِ قصاص کے مستحقین

امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک قصاص کے مستحق وہ عورت اور مرد ورثاء ہیں جو مقتول کے مال کے وارث بنتے ہیں۔ اور اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ عملاً وہ کسی شئے کے وارث بھی بن چکے ہوں، بلکہ اگر مقتول کے ذمے اتنا قرض ہے کہ اس کی ادائیگی کے بعد اس کی میراث میں سے کچھ نہیں بچتا، تو پھر بھی اس کے وہ وارث جو اگر وہ کچھ چھوڑتا تو اس میں حصہ پاتے، استیفاءِ قصاص کے مستحق ہیں۔[4] **امام شافعی** کے مسلک میں مزید دو رائے ہیں، ایک رائے یہ ہے کہ قصاص عصبہ کا حق ہے۔ اور دوسری رائے یہ ہے کہ قصاص نسبی وارثین کا حق ہے۔[5]

امام مالک کے نزدیک قصاص کا مستحق مذکر عصبہ ہیں۔ اس لئے شوہر، ماموں اور نانا کو اس میں دخل نہیں ہے۔ بلکہ ترتیب یہ ہے کہ پہلے بیٹا، پھر پوتا، پھر عصبہ میں سے قریب ترین اور پھر دادا اور بھائی ولایتِ قصاص میں برابر ہیں اور دونوں ایک درجے میں ہیں۔ اور بھتیجے دادا کے بعد ہیں، کیونکہ دادا باپ کے درجے میں ہے۔ اور دادا سے مراد قریب ترین جد ہے، اور وہی درجے میں بھائیوں کے برابر ہے، مگر جد اعلیٰ بھائیوں کے برابر نہیں ہے، جیسے کہ بھتیجے بھی جد قریب کے برابر نہیں ہیں۔[6] آپؒ کے نزدیک اگر عورت میں تین شرائط موجود ہوں، تو وہ قصاص کی مستحق ہو سکتی ہے۔ **اول:** یہ کہ وہ وارث ہو، جیسے بہن اور بیٹی۔ **دوم:** یہ کہ اس کے درجے کا کوئی عصبہ موجود نہ ہو۔ اس طرح کہ کوئی اصل موجود نہ ہو یا اگر ہو تو کم درجے کا ہو، جیسے چچا۔ اس شرط کی بناء پر بیٹے کی موجودگی میں

بیٹی غیر مستحق، اور بھائی کی موجودگی میں بہن غیر مستحق قرار پائے گی۔ اور انہیں معاف کرنے یا استیفاءِ قصاص کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ البتہ بہن کو چچا کے ساتھ دعوے کا حق حاصل ہے، کیونکہ وہ اگرچہ درجے میں اس کے مساوی ہے، لیکن قوت میں اس سے کم ہے۔ **سوم**: یہ کہ وہ عورت ایسی حیثیت میں ہو کہ اگر وہ مرد ہوتی تو عصبہ بن جاتی۔ اس شرط کی بناء پر خالہ، بیوی اور نانی خارج ہو جاتی ہے۔ (7)

اگر مستحق قصاص ایک ہے، اور بالغ ہے، تو اگر وہ چاہے تو اس کو قصاص لینے کا حق حاصل ہے: جیسے کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ: {وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلاَ يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ} (8)

ترجمہ: اور جو شخص مظلومانہ طور پر قتل ہوجائے تو ہم نے اس کے ولی کو (قصاص کا) اختیار دیا ہے۔ چنانچہ اس پر لازم ہے کہ وہ قتل کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ چونکہ اس کے حق میں سببِ ولایت بر سبیل کمال موجود ہے اور وہ قصاص کا بلا مزاحم وارث ہے۔ اس لیے اس کو قصاص لینے کا حق حاصل ہے۔

اگر قصاص کے مستحقین متعدد ہوں اور ان میں بالغ، نابالغ اور مجنون بھی شامل ہوں اور کچھ مستحق غیر موجود ہوں، تو امام ابو حنیفہ اور امام مالک کی رائے یہ ہے کہ بلوغ کا یا مجنون کے افاقے کا انتظار نہیں کیا جائے گا، بلکہ بڑے اور سمجھ دار قصاص لیں گے، کیونکہ قصاص ابتداءً ورثاء کا حق ہے اور ہر ایک کا یہ حق بر سبیل کمال واستقلال ہے۔ اس لئے کہ ہر مستحق کے حق کے ثبوت کا سبب جداگانہ اور مستقل ہے، اور اس لئے کہ اس حق میں تقسیم نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کے ضرب لگانے کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تم چاہو تو قتل کر دینا اور چاہو تو معاف کر دینا، اور معاف کر دینا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ مگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کو قتل کر دیا تھا، حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ورثاء میں بچے بھی موجود تھے۔ اس روایت سے استدلال کے دو پہلو ہیں۔ ایک تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو قتل اور معاف کر دینے کا **مطلق اختیار** دیا، اور اس میں نابالغ بچوں کی بلوغت کی قید نہیں لگائی۔ اور دوم یہ کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بلا انتظار قصاص لے لیا اور تمام صحابہ کی موجودگی میں یہ واقعہ ہوا، مگر کسی نے اس پر تنقید نہیں کی، تو گویا کہ یہ صحابہ کرام کا اجماع ہوا۔ اس کے باجود امام مالک اور امام ابو حنیفہ غیر موجود کی واپسی کے انتظار کے قائل ہیں، کیونکہ اس کے معاف کر دینے کا احتمال ہے۔ اور اس لئے بھی کہ وہ موجود وارثین کے علم کے بغیر بھی معاف کر سکتا ہے۔ اگر اس غائب کی معافی کی صورت میں موجودین کو حق قصاص دیا گیا، تو یہ وہ حق ہوگا جو معافی سے ساقط ہو گیا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک بچے اور مجنون کے احتمالِ معافی اور غیر موجود کے احتمالِ معافی میں فرق ہے۔ کیونکہ غیر موجود بالغ کی معافی کا احتمال توفی الوقت بھی موجود ہے، جب کہ بچے اور مجنون کی معافی کا احتمال قصاص کی وصولی کے وقت موجود نہیں ہے، کیونکہ اس وقت یہ دونوں معاف کر دینے کے اہل نہیں ہیں۔ اور امام مالک کے نزدیک غیر موجود کے قریب ہونے یا اس قدر دور ہونے کہ اس کی واپسی کی امید نہ ہو، دونوں صورتوں میں فرق ہے۔ چنانچہ اس

غیر موجود کا انتظار کیا جائے گا جو قریب ہو، لیکن اس کا انتظار نہیں کیا جائے گا جو بعید ہو۔اس مسلک کی راجح رائے یہی ہے، لیکن ایک اور رائے کے مطابق قریب اور بعید کی غیر موجودگی میں فرق نہیں کیا جائے گا۔(9)

امام شافعی، امام احمد، امام ابویوسف اور امام محمد کی رائے یہ ہے کہ اگر مقتول کے ورثاء متعدد ہوں، تو کسی ایک کے لئے باقی تمام کی اجازت لئے بغیر قصاص لینے کا حق نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کوئی بچہ ہو، تو اس کی بلوغت کا انتظار کیا جائے گا، اگر مجنون ہے تو اس کے افاقے کا، اور اگر غیر موجود ہے تو اس کی واپسی کا انتظار کیا جائے گا۔ کیونکہ قصاص ان سب کا مشترکہ حق ہے، تو جس نے سب شرکاء کے اتفاق سے قبل قصاص لے لیا، تو اس نے غیر کا حق لے لیا اور دوسروں کا حق ضائع کیا، اور اس لئے کہ قصاص جان کا ایک بدل ہے، تو اگر ایک مستحق ایک بدل (یعنی دیت) کے بارے میں منفرد نہیں ہو سکتا تو دوسرے بدل (یعنی قصاص) میں بھی منفرد نہیں ہوگا۔ ان کے نزدیک نابالغ اور مجنون کو قصاص میں چار وجوہ کی بناء پر حق ملتا ہے۔

اول: اگر نابالغ یا مجنون ہی صرف وارث ہوتا، تو قصاص کا مستحق ہوتا۔اس لئے اگر ہم دوسرے ورثاء کے ساتھ بچے کے حق کا انکار کریں گے تو اس کے انفرادی حق کا بھی انکار لازم آئے گا۔

دوم: اگر بچہ بالغ ہو جائے تو وہ بلا اختلاف مستحق متصور ہوگا۔ اگر وہ مورث کی موت کے وقت مستحق نہیں تھا تو وہ بلوغ کے وقت بھی مستحق نہیں ہوگا۔

سوم: اگر قصاص ساقط ہو جائے، اور اس کی جگہ دیت لی جائے، تو وہ دیت کا مستحق ہوگا۔ لیکن اگر وہ قصاص کا مستحق نہیں تھا، تو قصاص کے بدل یعنی دیت کا بھی مستحق نہیں ہوگا۔

چہارم: اگر نابالغ مر جائے، تو اس کے ورثاء اس کے حق کے وارث ہوتے ہیں۔اور اگر قصاص اس کا حق نہیں تھا، تو دیگر تمام حقوق کی طرح جن کا وہ مستحق نہیں تھا، اس کے ورثاء کو بھی حق حاصل نہیں ہوگا۔(10)

مادون النفس جرائم میں استیفاءِ قصاص کے مستحقین

مادون النفس جرائم (یعنی جسم اور سر کے زخموں) میں قصاص کا مستحق صرف مجنیٰ علیہ ہے۔اور اگر وہ عاقل و بالغ ہے، تو خود قصاص کی تکمیل کرے گا اور اگر عاقل و بالغ نہیں ہے، تو **امام ابو حنیفہ اور امام مالک** کے نزدیک ولی یا وصی استیفاءِ قصاص میں اس کا قائم مقام ہوگا۔(11) **امام شافعی اور اکثر فقہاء حنابلہ** کی رائے یہ ہے کہ ولی اور وصی کو بچے اور مجنون کی جانب سے قصاص لینے کا حق نہیں ہے، اس لیے کہ قصاص تشفّی کے لیے ہے، اور یہ چیزیں ولی اور وصی کے قصاص سے حاصل نہیں ہو سکتی، اس لیے بچے کے بلوغ اور مجنون کے افاقے کا انتظار کیا جائے گا۔(12)

ایک ہی مجرم سے متعدد مستحقین کے نفس میں استیفاء قصاص کی کیفیّت

مقتولین کا تعدُّد: اگر ایک ہی قاتل نے متعدد افراد کو قتل کیا ہو، تو **امام مالک اور امام ابو حنیفہ** کی رائے کے مطابق قاتل کو تمام مقتولین

کے قصاص میں قتل کر دیا جائے گا، اور کوئی مالی تاوان اس پر لازم نہیں آئے گا۔ خواہ مجرم نے تمام مقتولین کو بیک وقت قتل کیا ہو یا یکے بعد دیگرے، اور خواہ تمام اولیاء نے اس کے قتل کا مطالبہ کیا ہو یا بعض نے دیت کا مطالبہ کیا ہو، اور بعض نے قتل کا مطالبہ کیا ہو۔ اور اگر کسی ایک مقتول کے ولی نے پہل کر کے قاتل کو قتل کر دیا، تو باقی مقتولین کا قصاص ساقط ہو جائے گا اور ان کے اولیاء کو کوئی دیت نہیں ملے گی۔ یہ قصاص کے عیناً واجب ہونے کی بڑی باریک تطبیق ہے۔ کیونکہ تمام اولیاء کا حق قصاص سے متعلق ہے، تو اگر ایک ولی نے قاتل کو قتل کر دیا، تو سب کا حق قصاص پورا ہو گیا، اور کسی کو بھی مطالبہ دیت کا حق باقی نہیں رہا۔ س لئے کہ اگر ایک شخص قصاص کا ارادہ رکھتا ہے تو دوسرے کے قصاص چھوڑ دینے کا کوئی اثر مرتب نہیں ہو گا، بلکہ اگر قصاص ممتنع ہو گا تو اس کے بدلے میں دیت واجب ہو گی اور قصاص ایسی صورت میں ممتنع نہیں ہو سکتا جب کہ ایک مقتول کا ولی اس کا مطالبہ کر رہا ہو، کیونکہ تمام اولیاء کے لئے محل قصاص ایک ہی ہے۔[13]

امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ متعدد اولیاء کے حقوق باہم ایک دوسرے سے پیوست نہیں ہوتے، اس لئے اگر مجرم نے ایک کے بعد دوسرے کو قتل کیا، تو پہلے کا قصاص لیا جائے گا، کیونکہ پہلا مقتول پہلے قتل ہوا ہے۔ اگر معاف کر دینے سے پہلے کا حق قصاص ساقط ہو جائے، تو دوسرے کا قصاص لیا جائے گا۔ اور اگر دوسرے کا حق قصاص ساقط ہو جائے تو تیسرے کا قصاص لیا جائے گا۔ اور اگر ایک مقتول کا قصاص لے لیا گیا، تو باقی مقتولین کا حق دیت باقی رہا، کیونکہ ان کا حق قصاص ان کی رضامندی کے بغیر ختم ہو گیا، اس لئے ان کا حق دیت کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اور یہ صورت ایسی ہے کہ جیسے قاتل ہی مر جائے۔ اور اگر قاتل نے تمام مقتولین کو ایک ہی دفعہ قتل کر دیا ہو یا صورتِ حال کا علم نہ ہو سکے، تو اولیاء کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی، جس کا قرعہ نکل آئے گا اس کی طرف سے قصاص لیا جائے گا۔ اور جس کے نام قرعہ نکلے اگر وہ معاف کر دے تو باقی اولیاء میں قرعہ اندازی کی جائے گی۔ اور اگر کسی ایک کے لیے قصاص ثابت ہو جائے سبقت کی بناء پر یا قرعہ اندازی کی بناء پر اور کوئی دوسرا پہل کر کے قصاص لے لے، تو اس کی طرف سے بھی قصاص اداء ہو جائے گا، اگرچہ اس نے پہل کر کے اپنے سے زیادہ حق دار کو مؤخر کر کے بُرا کیا ہے۔ راہزن نے اگر متعدد افراد کو قتل کیا ہو، تو اس کے بارے میں فقہاء شوافع کے درمیان اختلاف ہے، بعض کی رائے میں وہی حکم ہے جو بیان ہوا۔ اور بعض دیگر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ وہ تمام کے قصاص میں قتل کیا جائے گا، کیونکہ راہزنی میں قتل ہونے والے کا قصاص حق اللہ ہے، اس لئے یہ حق معاف کر دینے سے ساقط نہیں ہو گا اور تمام سزائیں باہم متداخل (Merge) ہو جائیں گی، بخلاف اس کے کہ اگر قصاص انسانوں کا حق ہوتا تو اس میں سزائیں متداخل نہ ہوتیں۔[14]

امام احمد کا مسلک امام شافعی کے مسلک کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ اور اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ امام احمد کے نزدیک قاتل کے قتل پر اولیاء کا متفق ہونا جائز ہے۔ اگر دو یا زیادہ اولیاء اس کے قتل پر اتفاق کر لیں، تو اس کو قتل کیا جائے گا۔ اور اگر کچھ اولیاء قصاص طلب کریں اور کچھ دیت کا مطالبہ کریں، تو قاتل قصاصاً قتل کر دیا جائے گا، اور دیت کا مطالبہ کرنے والوں کو دیت دلوائی جائے گی۔ اور

ان کی دلیل یہ ہے کہ محل قصاص یعنی قاتل کے ساتھ بہت سے حقوق متعلق ہوگئے ہیں، اس لئے اگر مستحقین محل قصاص پر اکتفاء کرنا چاہیں، تو کر سکتے ہیں، گویا کہ ان کی فکر کی بنیاد یہ ہے کہ جب مستحقین نے قصاص پر اکتفاء کر لیا، تو قصاص کے علاوہ حق انہوں نے خود ہی چھوڑ دیا۔[15]

اگر کسی نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹ دیا اور دوسرے شخص کو قتل کر دیا، پھر ہاتھ کاٹنے کا زخم سرایت کر گیا اور وہ بھی مر گیا، تو یہ شخص دونوں کا قاتل متصور ہوگا۔ اس شخص سے پہلے قتل کا قصاص لیا جائے گا، اس لئے کہ قتل پہلے واقع ہوا ہے اور قطع ید کے بعد جو قتل ہوا ہے وہ سرایت کی بناء پر ہوا ہے اور پہلے قتل کے بعد واقع ہوا ہے۔ لیکن چونکہ قطع ید کا قصاص لیا جانا ممکن ہے اور قتل کر دینے میں قطع ید کا قصاص جاتا رہتا ہے، اس لئے قتل سے قبل قطع ید کا قصاص لیا جائے گا۔

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مقطوع کے ولی کو نصف دیت دلائی جائے گی، مگر **امام مالک اور امام ابو حنیفہ** کے نزدیک کوئی شئے واجب نہیں ہے۔ اور اگر قطع ید سرایت نہ کرے اور موت واقع نہ ہو، خواہ قطع ید قتل سے پہلے ہو یا بعد میں ہو، تو پہلے ہاتھ کاٹنے کا قصاص لیا جائے گا۔ اور یہ امر **امام احمد، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی** کے نزدیک متفق علیہ ہے، جب کہ **امام مالک** کی رائے یہ ہے کہ ہر صورت میں قتل کیا جائے گا اور قطع ید کا قصاص نہیں لیا جائے گا، کیونکہ محل قصاص کے ختم ہو جانے سے قطع ید کا قصاص ساقط ہو جائے گا، اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب قتل پہلے کیا ہو اور قطع کا ارتکاب بعد میں کیا ہو۔

اس اختلاف کی بنیاد قتل عمد میں لازم آنے والی سزاء کا اختلاف ہے، امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک قصاص عیناً واجب ہے، اور مقتول کے ولی کے قصاص معاف کر دینے سے مجرم پر دیت لازم نہیں آتی، سوائے اس کے کہ مجرم خود راضی ہو جائے۔ جب کہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک قتل عمد پر قصاص اور دیت میں سے کوئی ایک سزاء لازم آتی ہے اور مقتول کا ولی ان دونوں سزاؤں میں سے کسی ایک کو مجرم کی مرضی کے بغیر منتخب کر سکتا ہے۔[16]

ایک ہی مجرم سے متعدد مستحقین کے مادون النفس میں استیفاء قصاص کی کیفیّت

اگر ایک ہی مجرم سے قصاص لینے کے حق دار متعدد ہوں، اور ان سب کی جائے قصاص الگ الگ ہوں، تو ان میں سے ہر ایک جب چاہے قصاص لے سکتا ہے اس طرح کہ ایک کا استیفاء دوسرے کے قصاص لینے پر موقوف نہ ہو۔ لیکن اگر ایک ہی جائے قصاص میں متعدد مستحقین قصاص موجود ہوں، جیسے کسی شخص نے دو آدمیوں کے دائیں ہاتھ کاٹ دیئے ہوں اور اس طرح مستحقین کے لیے مجرم کا دایاں ہاتھ جائے قصاص بن گیا ہو، تو اس صورت میں **امام مالک** کے نزدیک حکم یہ ہے کہ اگر دونوں مجنیٰ علیہما موجود ہوں یا ایک موجود ہو اور ایک غائب ہو، تو مجرم کا دایاں ہاتھ قصاصاً قطع کر دیا جائے گا، اور مجنیٰ علیہما کو اور کچھ نہیں ملے گا۔ اس حکم میں امام مالک کے اس نظریئے کی تطبیق ہے کہ قصاص عیناً واجب ہے، اور ان دونوں مجنیٰ علیہم کا حق مجرم کے قطع ید سے وابستہ ہے، جب قطع ید ہو گیا، تو ان دونوں کا حق بھی ادا ہو گیا۔[17]

امام ابو حنیفہ کی رائے یہ ہے کہ اگر دونوں مجنیٰ علیہما موجود ہوں، تو دونوں، مجرم کا دایاں ہاتھ قصاصاً قطع کریں گے اور دونوں اپنے اپنے ہاتھ کی نصف نصف دیت وصول کریں گے، کیونکہ دونوں کا استحقاقِ قصاص مساوی درجے کا ہے، اور دونوں کے حق میں قطع ید قصاصاً لازم آیا ہے، مگر چونکہ دونوں اپنے حق کا بعض حصہ حاصل کر سکتے ہیں، اس لیے دونوں کو ان کے حق کا بقیہ حصہ دیت کی صورت میں ملے گا۔[18] مذکورہ رائے دراصل قصاص کے عیناً واجب ہونے کے بارے میں امام ابو حنیفہ کے نظریئے کی تطبیق ہے، اور اس نظریئے کو انہوں نے مادون النفس جرائم میں جائے قصاص کے زائل ہونے کی صورت میں حق کے ساتھ مقید کیا ہے۔

امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے متعدد افراد کے ہاتھ کاٹ دیئے، تو صرف ایک قصاص لے سکے گا، اور باقی کو دیت ملے گی، اور اگر پہلے کا حق معاف کر دینے یا صلح کر لینے سے ساقط ہو گیا، تو دوسرا قصاص لے سکے گا۔ الغرض ایک معین مجنیٰ علیہ قصاص لے گا اور باقی کو دیت ملے گی، کیونکہ باقیوں کا قصاص بغیر ان کی مرضی کے ساقط ہو گیا ہے، اور اگر مجرم نے متعدد افراد کے ہاتھ ایک ہی مرتبہ کاٹ ڈالے یا یہ معلوم کرنا مشکل ہو کہ کس کا پہلے کاٹا ہے، تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی، جس کا قرعہ نکلے گا، وہی قصاص لے گا اور باقی دیت لیں گے۔[19] **امام احمد** نے بھی اپنے نظریۂ قتل کی تطبیق کرتے ہوئے یہ رائے اختیار کی ہے کہ اگر تمام مجنیٰ علیہم قطع پر اتفاق کر لیں، تو سب کی جانب سے مجرم کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اور انہیں اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ملے گا، کیونکہ ان کا حق قطع ہی تھا جس پر وہ راضی ہو گئے، لیکن اگر ان میں سے بعض نے قصاص کا اور بعض نے دیت کا مطالبہ کیا، تو قصاص کا مطالبہ کرنے والوں کے لیے قطع کیا جائے گا، اور باقیوں کو دیت مل جائے گی۔[20]

دو افعال کا حکم

اگر مجرم نے مجنیٰ علیہ کا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کاٹ دیا اور پھر اس کو قتل کر دیا، تو اگر ہاتھ یا پاؤں کے زخم کے ٹھیک ہو جانے کے بعد قتل کیا ہے، تو **امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد** کے نزدیک قصاص کی یہی صورت ہو گی کہ پہلے ولی مقتول مجرم کا ہاتھ یا پاؤں کاٹے گا اور بعد ازاں اس کو قتل کرے گا، لیکن اگر وہ چاہے تو صرف قتل پر اکتفاء کر سکتا ہے۔ **امام مالک** کے نزدیک قطع اعضاء، قتل ہی کے ضمن میں آجاتے ہیں، اس لئے قصاص میں صرف قتل ہی کیا جائے گا۔ لیکن اگر مجرم نے مقطوع شخص کو اعضاء کے درست ہونے سے پہلے ہی قتل کر دیا ہو، تو **امام ابو حنیفہ اور امام شافعی** کے نزدیک اور **امام احمد کی ایک روایت** کے مطابق قصاص لینے والا پہلے قطع اور پھر قتل کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ مجنیٰ علیہ کا قصاص یعنی مثل ہے۔ اور مثل یہی ہے کہ قطع اور قتل دونوں ہوں، اور صفتِ مماثلت کے ساتھ حق قصاص پوری طرح وصول کرنا ممکن ہے۔ اس لئے اگر ولی پہلے قطع کرے اور پھر قتل کرے، تو وہ اپنے حق قصاص کو پوری طرح وصول کرنے والا ہو گا، اور جرم کا بدلہ اس کے مطابق ہو جائے گا۔ **امام مالک** کے نزدیک بھی قطع اور قتل دونوں جائز ہیں، بشرطیکہ قطع سے مماثلت مقصود ہو۔ اور **امام ابو یوسف اور امام محمد** کے نزدیک اور **امام احمد** کی ایک روایت کے مطابق عضو بھی انسانی جان کا ایک حصہ ہے، اس لئے ولی مقتول صرف مجرم کو قتل کرے گا، اور اس کا ہاتھ نہیں کاٹے گا۔ کیونکہ اگر مادون النفس (جان لینے

سے کم تر) جرم کا ارتکاب، نفس (جان لینے کے جرم) کے ارتکاب کے ساتھ کیا گیا ہو اور مادون النفس زخم ٹھیک نہ ہوا ہو، تو شریعتِ اسلامیہ میں یہ مادون النفس یعنی جان لینے سے کم تر زخم، نفس یعنی قتل میں داخل ہو جائے گا۔ اور اگر اعضاء کے قطع اور قتل سے ولی مقتول کا ارادہ مثلے کا نہ ہو، تو پھر **امام مالک** کی بھی یہی مذکورہ رائے ہے۔[21]

ولی اور وصی کا دائرۂ اختیار بابت استیفاءِ قصاص و صلح/عفو

اگر مستحق قصاص صغیر یا مجنون ہو، تو **امام شافعی اور امام احمد کی رائے** یہ ہے کہ بچے کی بلوغت تک اور مجنون کے افاقے تک انتظار کیا جائے، سوائے اس کے کہ مجنون کے افاقے کی امید باقی نہ رہے، تو اس کا ولی اس کے قائم مقام ہو گا۔ کیونکہ قصاص تشفی کے لئے ہے، اور تشفی بچے اور مجنون کے ولی کے توسط سے حاصل ہو گی، حاکم کے توسط سے حاصل نہیں ہو گی۔[22]

امام ابو حنیفہ کے مسلک کی دو آراء ہیں: **پہلی رائے** وہی ہے جو امام شافعی اور امام احمد کی ہے۔ **دوسری رائے** یہ ہے کہ بچے کے بالغ ہونے اور مجنون کا افاقہ پانے کا انتظار کیے بغیر قاضی اور حاکم اس سے قصاص لیں گے۔[23]

امام ابو حنیفہ کی رائے کے مطابق وصی کے بجائے باپ اور دادا بچے کی طرف سے قصاص لیں گے، کیونکہ باپ اور دادا کی ولایت یعنی سرپرستی میں بچے کا مفاد اور مصلحت ملحوظ ہے۔[24]

امام مالک کی رائے یہ ہے کہ بچہ اور مجنون کا ولی اور ان کا وصی ان کی جانب سے قصاص لے سکتا ہے، اس لیے بچے کے بلوغ اور مجنون کے افاقے کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے۔[25] جن ائمہ کرام کے نزدیک نابالغ اور مجنون کا ولی قصاص لے سکتا ہے، اسے صلح کرنے اور بقدرِ دیت مال لے کر قصاص معاف کر دینے کا بھی اختیار حاصل ہے، بشرطیکہ صلح کر لینا بچے کے حق میں قصاص لینے سے زیادہ مناسب ہو یا کم از کم معاف کر دینا قصاص لینے کے برابر متصور ہو۔ لیکن اگر اس نے دیت سے کم مال پر صلح کر لی یا معاف کر دیا، تو بچہ بڑا ہو کر قاتل سے دیت کا بقیہ لے سکتا ہے، بشرطیکہ بوقتِ صلح قاتل تنگ دست نہ ہو، جیسے کہ **امام مالک** کی رائے ہے۔ ولی کو بلا معاوضہ قصاص چھوڑنے کا حق حاصل نہیں ہے، اور اگر وہ ایسا کرے تو اس کا یہ اقدام باطل متصور ہو گا۔[26]

امام شافعی اور امام احمد ولی کے قصاص وصول کرنے کے حق کے قائل نہیں ہیں، ان کے نزدیک اگر مجنون حاجت مند ہو، تو ولی مجنون کے حق قصاص کو معاف کر کے دیت لینے کے حق کو تسلیم کرتے ہیں، اور اگر مجنون محتاج نہ ہو، تو معاف کرنا باطل ہے، جیسے کہ معاوضہ لیے بغیر معاف کرنا باطل ہے۔ البتہ بچے کے بارے میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک نابالغ کا ولی دیت لے کر قصاص معاف کر دے، تو یہ درست ہے، اگر بچہ اخراجات کا ضرورت مند ہو۔ اور بعض دیگر فقہاء کرام کے نزدیک ولی کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ اور نابالغ اور مجنون میں اس تفریق کی وجہ یہ ہے کہ بچے کے بلوغ کا ایک وقت مقرر ہے، جس کا انتظار کیا جا سکتا ہے، مگر مجنون کے افاقے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے جس کا انتظار کیا جا سکے۔[27]

مادون النفس جرائم میں قصاص کی تاخیر کی صورت میں مجرم کو قید میں رکھنے کا حکم: اگر قصاص مؤخر ہو جائے تو کیا مجرم کو قید کر دیا

جائے گا؟۔ جو فقہاءِ کرام بالغ ہونے یا مجنون کا افاقہ پانے تک قصاص کو مؤخر کرنے کے قائل ہیں وہ جنایت مادون النفس میں اس مدت تک مجرم کو قید میں رکھنے کے قائل نہیں ہیں، بلکہ اس کو آزاد چھوڑ دیا جائے گا، لیکن جنایت علی النفس یعنی قتل کی صورت میں مجرم کو قید میں رکھا جائے گا۔ اس اصول کا نتیجہ یہ مرتب ہو گا کہ اگر مجرم کو آزاد رکھا گیا اور پھر زخم کی سرایت کر جانے سے مجنیٰ علیہ کی موت واقع ہو گئی، تو مجرم کو قید کر دیا جائے گا، کیونکہ جنایت اب قتل بن گئی ہے۔[28]

کسی ایک ولی کی طرف سے معافی یا صلح کا استیفاء قصاص پر اثر

معافی: اس بات پر تمام فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ قصاص کا معاف کر دینا نہ صرف جائز ہے بلکہ قصاص لینے سے بہتر ہے۔ **امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک قصاص کی معافی** دیت کے بدلے میں یا بغیر کسی معاوضے کے حق قصاص کو ترک کر دینا ہے۔ تو گویا کہ جس نے بغیر کسی معاوضے کے حق قصاص چھوڑ دیا تو اس نے بھی معاف کر دیا، اور جس نے دیت لے کر حق قصاص کو چھوڑ دیا اس نے بھی معاف کر دیا۔[29] اگرچہ **امام مالک** کے نزدیک دیت لے کر معاف کر دینے کی صورت اس وقت ہوتی ہے جب مجرم دیت کی ادائیگی پر رضامند ہو جائے۔ جب کہ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک دیت لے کر معافی کی صورت میں مجرم کی رضامندی لازمی نہیں ہے۔ **امام ابو حنیفہ اور امام مالک** کے نزدیک "معافی" بلا معاوضہ قصاص کو ساقط کر دینا ہے، اور دیت کے بدلے قصاص ترک کرنا معافی نہیں ہے بلکہ "صلح" ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ولی کا حق قصاص ترک کرنا اس وقت تک نافذ نہیں ہو گا، جب تک کہ مجرم دیت کی ادائیگی کو قبول نہ کرے۔[30] **امام ابو حنیفہ اور امام مالک** کے نزدیک قصاص سے معافی کی ایک شرط یہ ہے کہ قصاص صاحبِ حق نے معاف کیا ہو، اس لئے کہ ان کے نزدیک معافی دراصل اپنے حق کو ساقط کر دینا ہے، اور حق کو صرف صاحبِ حق ہی ساقط کر سکتا ہے۔ الغرض کوئی دوسرا شخص معاف نہیں کر سکتا، اس لئے کہ اگر قصاص نابالغ کا حق ہو، تو باپ اور دادا معاف نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ نابالغ کا حق ہے ان کا نہیں ہے۔ اور ان کی ولایت بچے کی مفادات کی حد تک محدود ہے اور معاف کرنا ضررِ محض ہے۔ کیونکہ اس سے حق ساقط ہو جاتا ہے، اس لئے باپ اور دادا اس کی معافی کے مالک نہیں ہوں گے۔ اسی طرح حاکمِ وقت بھی ان صورتوں میں جن میں اسے قصاص لینے کا حق حاصل ہے، معاف نہیں کر سکتا۔ البتہ باپ، دادا اور حاکمِ وقت صلح کر سکتے ہیں۔[31] **امام شافعی اور امام احمد** اس کو درست قرار دیتے ہیں کہ باپ اور دادا معاوضہ لے کر معاف کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ان کے نزدیک سلطان معاوضہ لے کر معاف کر سکتا ہے اور بلا معاوضہ معافی اس کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔

معافی کا حق کس کو حاصل ہے؟

امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جو شخص حق قصاص کا مالک ہے، وہ معافی کے حق کا بھی مالک ہے۔ ان فقہاء کرام کے نزدیک قصاص تمام ذوی الانساب اور اسباب ورثاء، مردوں، عورتوں، بڑوں اور بچوں کا حق ہے۔ اور ان میں سے ہر عاقل و بالغ کو معافی کا حق حاصل ہے۔ اگر عاقل و بالغ نہ ہو تو وہ تصرف نہیں کر سکتا، اگرچہ اس کا حق ثابت ہو، کیونکہ اس تصرف میں مضرت ہے

جو کہ صرف عاقل و بالغ کے لئے جائز ہے۔[32]

امام مالک کے نزدیک بھی جو شخص حق قصاص کا مالک ہے، اس کو حق معافی بھی حاصل ہے۔ اور ان کے نزدیک حق قصاص قریب ترین درجے کے مذکر عصبہ رشتہ دار، یا اس عورت کو جس کے درجے کا کوئی عصبہ موجود نہ ہو، یا اس عورت کو کہ اگر اس کے درجے کا کوئی مرد ہوتا، تو عصبہ ہونے کی بناء پر وارث ہوتا، کو حاصل ہے۔ نیز معاف کرنے والے کے لئے عاقل و بالغ ہونا بھی شرط ہے۔[33]

آلۂ قصاص کا جائزہ

اگر ولی خود قصاص لینا چاہے، تو حاکمِ وقت کا فرض ہے کہ اس کے آلۂ قتل کا جائزہ لے اور اگر وہ کند ہو، تو اس کے ساتھ قصاص لینے سے روک دے، تاکہ مجرم کو تعذیب نہ ہو، اور اگر آلۂ قتل زہر آلود ہو، تو اس سے بھی قصاص لینے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ اس سے جسم خراب ہو جائے گا۔ اور اگر ولی مقتول جلد بازی کر کے کند یا زہر آلود تلوار وغیرہ سے قصاص لے لے، تو اس کو تعزیری سزاء دی جائے گی۔ الغرض قصاص لینے والے ولی کے لئے لازمی ہے کہ وہ قصاص لینے کے طریقے سے پوری طرح باخبر ہو اور جس آلے کے ساتھ قصاص لیا جا رہا ہے وہ بھی موزوں ہو۔ مقصد یہ ہے کہ مجرم کو تعذیب نہ ہو، اور اس کی جان ممکنہ حد تک آسانی سے نکلے۔ چنانچہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کے بارے میں اچھائی کو لازم کیا ہے، اس لئے اگر تم قتل کرو، تو اچھی طرح قتل کرو، اور جب تم کوئی جانور ذبح کرو، تو اچھی طرح ذبح کرو کہ چھری پر دھار تیز کر لو، اور ذبیحہ کی آسانی کے ساتھ جان لو"۔[34]

امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور **ایک روایت کے مطابق امام احمد** کے نزدیک قصاص صرف تلوار سے لیا جائے گا، خواہ مجرم نے مقتول کو تلوار سے قتل کیا ہو، اور خواہ قتل گردن اڑا دینے سے ہوا ہو یا زخم سرایت کر جانے سے موت واقع ہو گئی ہو یا مقتول کو گلا گھونٹ کر مارا گیا ہو یا پانی میں ڈبو کر یا آگ میں جلا کر قتل کیا گیا ہو، یا کسی اور طریقے سے قتل کیا گیا ہو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: "لا قود إلا بالسيف"۔[35] **ترجمہ:** قصاص صرف تلوار ہی سے لیا جائے۔ اگر کسی عضو کے کاٹ دینے اور زخم کی سرایت کر جانے کے نتیجے میں موت واقع ہوئی ہو، تو بھی تلوار سے قصاص لیا جائے گا، اس لئے کہ یہ امر ظاہر ہے کہ مجرم کا فعل ابتداء ہی سے قتل ہے، تو قتل ہی کے ذریعے قصاص لیا جائے گا، کیونکہ اگر قصاص میں پہلے عضو قطع کیا جائے اور پھر گردن اڑائی جائے، تو یہ قطع اور گردن دونوں کا اجتماع ہو جائے گا، اور برابر سر برابر قصاص متصور نہیں ہو گا۔ اور گردن اڑا دینے کو قطع کا تتمہ نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ کسی شئے کا تتمہ اس کے توابع میں سے ہوا کرتا ہے، چونکہ قصاص کا مقصد اتلافِ نفس ہے جو گردان اڑانے سے حاصل ہو جائے گا۔ اس لئے اطراف کا ضائع کرنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ اس طرح اعضاء کا اتلاف تعذیب ہے، قصاص کی وصولی نہیں ہے۔ اسی لئے اگر کسی شخص نے کسی کا ہاتھ کاٹ دیا اور اس کی موت واقع ہو گئی یا اس کا پیٹ پھاڑ دیا یا کوئی گہرا زخم لگا دیا اور اس کی موت واقع ہو گئی، تو **امام ابو حنیفہ اور امام احمد** کی رائے یہ ہے کہ قصاص میں قاتل کو اس طرح کا زخم لگا کر قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس کو صرف تلوار سے

قتل کیا جائے گا۔ اور اگر ولی مقتول تلوار کے علاوہ کسی اور ہتھیار سے قصاص لینا چاہے تو اس کو اس کی اجازت نہیں ہوگی۔ بلکہ اگر وہ ایسا کرے گا، تو اس کو تعزیری سزاء دی جائے گی۔ مگر قصاص بہر صورت اداء ہو جائے گا، خواہ اس نے قصاص میں لکڑی یا پتھر سے قتل کیا ہو یا چھت پر سے گرادیا ہو یا کنوئیں میں گرادیا ہو، یا اس پر کوئی جانور چلادیا ہو اور وہ مرگیا ہو وغیرہ۔ اس لئے کہ قتل کرنا تو اس کا حق تھا، جب اس نے قتل کردیا تو اس کا حق وصول ہوگیا۔[36] البتہ غیر شرعی (غیر قانونی) طریقے پر قصاص لینے پر اسے تعزیری سزاء دی جائے گی۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی دوسری روایت کے مطابق قاتل کے ساتھ قصاص میں وہی طریقہ اختیار کیا جائے گا، جو اس نے مقتول کے ساتھ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ اگر اس نے تلوار سے قتل کیا ہے، تو تلوار ہی سے اس سے قصاص لیا جائے گا، کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ: {فَمَنِ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ}[37] **ترجمہ:** ''چنانچہ اگر کوئی شخص تم پر کوئی زیادتی کرے، تو تم بھی ویسی ہی زیادتی اس پر کرو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہو''۔ اور اس لئے بھی کہ تلوار کے ساتھ قتل زیادہ سرعت کے ساتھ ہوتا ہے، اس لئے اگر تلوار سے قتل کیا گیا ہو اور قصاص کسی اور آلے کے ساتھ لیا جائے، تو اس میں ولی مقتول اپنے حق سے زیادہ وصول کرے گا، جب کہ اس کا حق صرف قتل ہے، تو اس صورت میں تعذیب کا شائبہ موجود ہے۔

اگر قاتل نے مقتول کو جلا کر مار دیا، یا اسے غرق کر دیا، یا اسے پتھر مار دیا، یا اسے بلند جگہ سے گرادیا، یا اس کو لکڑی ماری، یا اس کا کھانا پینا بند کر دیا، تو ولی مقتول اسی طرح قصاص لے سکتا ہے، کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ: {وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ}۔[38] **ترجمہ:** ''اور اگر تم لوگ (کسی کے ظلم کا) بدلہ لو، تو اتنا ہی بدلہ لو، جتنی زیادتی تمہارے ساتھ کی گئی تھی''۔ اور حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''من حرق حرقناه ومن غرق غرقناه''۔[39] **ترجمہ:** جو کسی کو جلائے تو ہم بھی اس کو جلائیں گے، اور جو کسی کو غرق کرے تو ہم بھی اس کو غرق کریں گے۔ نیز اس لئے بھی کہ قصاص میں مماثلت ہونی چاہیے اور ان اسباب کے ساتھ ہی مماثلت ممکن ہے، اس لئے اس طرح قصاص لینا جائز ہونا چاہیے۔ مذکورہ صورتوں میں ولی تلوار سے قصاص لے سکتا ہے، کیونکہ اس کے لئے قتل اور تعذیب دونوں جائز ہیں۔ اگر وہ اپنا حقِ تعذیب چھوڑ کر صرف تلوار سے قصاص لے لے، تو یہ درست ہے۔ اگر قاتل نے مقتول کو کسی فعلِ حرام جیسے لواطت کر کے یا شراب پلا کے قتل کیا، تو اس صورت میں بعض فقہاء کرام کی رائے یہ ہے کہ قاتل کے ساتھ وہی فعل کیا جائے گا اور لواطت کے بدلے میں اسے لکڑی سے تعزیر دی جائے گی، اور شراب کے بدلے میں اسے پانی پلایا جائے گا، یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے۔ جب کہ دیگر فقہاء کرام کی رائے یہ ہے کہ فعلِ حرام کے ذریعے قتل کرنے کی صورت میں قصاص تلوار سے لیا جائے گا۔ اگر قصاصاً قتل کرنے کی صورت میں قاتل ایک مرتبہ تلوار مارنے سے قتل نہ ہو، تو دوسری مرتبہ تلوار ماردی جائے گی، کیونکہ یہ قتل برحق ہے، اور تلوار سے زیادہ تیز اور کوئی شئے نہیں ہے۔ اگر قاتل نے مقتول کو کسی غیر دھار دار شئے سے قتل کیا ہے یا اس کو بلندی سے پھینکا ہے یا اس کا کھانا پینا بند کیا ہے،

تو قاتل کے ساتھ جب قصاص میں یہی عمل کیا جائے اور وہ نہ مرے، تو بعض فقہاء کرام کی رائے یہ ہے کہ یہی عمل دہرایا جائے گا، اور بعض دیگر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اس کو تلوار کے ساتھ قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کے ساتھ کر لیا گیا، اب صرف اس کی جان لینا باقی رہ گیا ہے، جو تلوار سے لے لی جائے گی۔

اگر مجرم نے کسی ایسے جرم کا ارتکاب کیا جس میں قصاص واجب ہوتا ہے، مثلاً مجنیٰ علیہ کی ہتھیلی کاٹ دی، اور اس کا سر پھاڑ دیا، اور وہ مر گیا، تو ولی مقتول اس طرح قصاص لے گا جس طرح اس نے ارتکابِ جرم کیا ہے، کہ اس کی ہتھیلی کاٹے گا اور اس کا سر پھاڑے گا۔ کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: {وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ}۔[40] **ترجمہ:** ''اور زخموں کا بھی (اسی طرح) بدلہ لیا جائے''۔ اگر اس طریقے سے قاتل مر گیا، تو ولی نے اپنا حق وصول کر لیا، اور اگر نہیں مرا، تو اس کو تلوار کے ساتھ قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اب اس کا دوسرا عضو نہیں کاٹا جا سکتا اور نہ ہی اس کا سر دوسری جگہ سے پھاڑا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا کیا جائے، تو ایک عضو کے قصاص میں دو اعضاء کاٹ دیئے جائیں گے اور ایک زخم کے قصاص میں دو زخم آ جائیں گے۔ اور اگر مجرم نے مجنیٰ علیہ کو ایسا زخم لگایا جس میں قصاص لازم نہیں آتا، جیسے اس کے پیٹ میں زخم لگایا یا بازو سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور مجنیٰ علیہ مر گیا، تو بعض فقہاء کرام کی رائے یہ ہے کہ اسے تلوار سے قتل کیا جائے گا۔ اس مسئلے میں امام مالک کی رائے، امام شافعی کے برعکس ہے۔ کیونکہ ان کی رائے یہ ہے کہ قصاص ہمیشہ تلوار ہی سے لیا جانا چاہیے، اگر قتل قسامت سے ثابت ہو یا قتل کسی طویل عمل سے، مثلاً کھانا پینا بند کر کے کیا گیا ہو۔ اور پیٹ کے زخم میں اور بازو سے ہاتھ کاٹنے میں قصاص نہیں لیا جائے گا، کیونکہ ان دونوں جرائم میں قصاص واجب نہیں ہے، اس لئے قصاص نہیں لیا جائے گا، جیسے کہ لواطت سے موت واقع ہو جانے میں قصاص نہیں لیا جاتا۔ جب کہ بعض دیگر فقہاء کرام کے نزدیک پیٹ کے زخم اور بازو سے ہاتھ کاٹنے کا بھی قصاص لیا جائے گا، کیونکہ اس طرح قصاصاً قتل کرنا اسی طرح درست ہے جس طرح جوڑ سے کاٹنے اور گردن اڑا دینے میں درست ہے۔ اگر پیٹ میں زخم لگا کر اور بازو سے ہاتھ کاٹ کر قصاص لیا گیا اور وہ نہیں مرا، تو اس کو تلوار کے ساتھ قتل کیا جائے گا، اس لئے کہ پیٹ میں دوسرا زخم لگانا اور دوسرا ہاتھ کاٹنا ممکن نہیں ہے، کہ اس طرح ایک عضو کے قصاص میں دو اعضاء اور ایک زخم کے بدلے دو زخم قصاص میں ہو جائیں گے۔[41]

کیا تلوار سے زیادہ کسی تیز شئے کے ساتھ قصاص لینا جائز ہے؟

تلوار کو آلہ قصاص کے طور پر اختیار کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ تلوار سے جلد قتل ہو جاتا ہے اور ممکنہ حد تک کم سے کم تکلیف کے ساتھ مجرم کی جان نکل جاتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی ایسا ہتھیار وجود میں آ جائے جو تلوار سے تیز ہو اور اس سے کم اذیت ہو، تو شریعت اس کے استعمال سے منع نہیں کرتی۔ اس لئے گلوٹین (Guillotine) اور بجلی کی کرسی وغیرہ سے قصاص لیا جا سکتا ہے، کیونکہ ان آلات کے ذریعے آسانی اور سرعت کے ساتھ موت واقع ہو جاتی ہے۔ اور مقتول مجرم کا اس ذریعۂ قتل سے نہ تو مثلہ ہوتا ہے اور نہ اسے تعذیب ہوتی ہے۔ اس لئے گلوٹین تو ویسے ہی دھار دار آلہ ہے، اور بجلی کی کرسی سے بھی لازمی طور پر بغیر مثلہ ہوئے اور بغیر

تعذیب کے موت واقع ہو جاتی ہے۔اور اسی پر جامعہ الازہر کا فتوی بھی ہے کہ :''واللجنة ترى........أنه لا مانع شرعا من استيفاء القصاص بالمقصلة والكرسي الكهربائي وغيرهما مما يفضي إلى الموت بسهولة وإسراع، ولا يتخلف الموت عنه عادة، ولا يترتب عليه تمثيل بالقاتل، ولا مضاعفة تعذيبه''۔ (42)

کیادورِ جدید کے حکومتوں کو قصاص لینے کی اجازت ہے؟

فقہاء کرام کے نزدیک راجح رائے یہی ہے کہ زخموں کے قصاص میں مستحق کو از خود قصاص لینے کا اختیار نہیں ہے۔کیونکہ زخموں کے قصاص کے لئے تجربہ کار ہونا ضروری ہے،تاکہ قصاص میں کوئی زیادتی یا تعذیب نہ ہونے پائے، مگر چونکہ زیادہ تر اولیاء مقتول اس بات سے باخبر نہیں ہوتے،توان کی جگہ ان کے تجربہ کار وکیل قصاص لے سکتے ہیں،جن کو حکومت کی طرف سے تنخواہ بھی دی جاسکتی ہے۔ قتل کے قصاص میں اگر ولی مقتول درست طریقے سے قصاص لینے سے باخبر ہو اور موزوں آلۂ قتل سے قصاص لے،تو اس کے لئے قصاص لینا جائز ہے۔لیکن اگر وہ قصاص لینا نہ جانتا ہو،تو وہ کسی جاننے والے کو وکیل مقرر کرے گا۔گویا کہ ولی کا از خود قصاص لینے کا حق اس امر پر موقوف ہے کہ وہ اچھے طریقے پر قصاص لے سکتا ہو۔ پہلے زمانے میں یہ ہوتا تھا کہ عام لوگوں کے پاس ہتھیار ہوتے تھے اور وہ ان کا استعمال جانتے تھے،جب کہ آج کل ایسے افراد بہت کم ہیں جو تلوار کا استعمال جانتے ہوں، بلکہ قابلِ استعمال تلوار بھی مشکل سے کسی کے پاس ہوتی ہے۔اب چونکہ پھانسی دینے،گلوٹین اور بجلی کی کرسی کے استعمال کے طریقے وجود میں آچکے ہیں،جن سے سرعت کے ساتھ موت واقع ہو جاتی ہے۔اور یہ آلات حکومت کے کنٹرول میں ہوتے ہیں۔اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ آج کی ضروریات اس امر کے متقاضی ہیں کہ ولی کو از خود قصاص لینے کا حق نہ دیا جائے، بلکہ قصاص کی وصولی ان باخبر اور تجربہ کار افراد کے سپرد ہو،جو اس کام کے لئے سرکاری طور پر ملازم رکھے گئے ہوں۔اولیاء مقتول اگر قصاص لینا چاہیں،تو انتظامیہ کو قصاص کی اجازت دے دیں،اور اگر معاف کرنا چاہیں تو معاف کر دیں۔(43)

خلاصۃ البحث

یہ بحث استیفاء قصاص کے لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کے متعلقہ مسائل مثلاً قصاص کے مستحقین، ایک ہی مجرم میں مستحقین قصاص کا تعدد، متعدد جرائم میں مطلوب مجرم سے استیفاء قصاص، ولی اور وصی کا دائرہ اختیار، صلح وعفو کا استحقاق اور ان کا استیفاء قصاص پر اثر، جائز آلۂ قصاص، تلوار کے علاوہ جدید آلاتِ قصاص کا حکم، طریقۂ استیفاء قصاص اور دورِ جدید میں حکومت اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو تفویضِ حق قصاص کے بارے میں فقہاء کرام کی اتفاقی واختلافی آراء کی وضاحت کرتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(1)أحمد بن فارس، أبوالحسین القزوینی(م395ھ)، معجم مقاییس اللغۃ،(بیروت: دارالفکر،1399ھ)، بذیل مادۃ ''وفی'' 6/ 129۔
Aḥmad bin Fāris, abu ul-Ḥussain, al-qazwīni Mu’jam Maqāyis al-lughah, (Beirut: Dār-ul-fikr,1399 H) under the root "wafa". 6/129.

(2)ایضاً، بذیل مادۃ ''قص'' 5/ 11۔

Ibid, 5/11.

(3)محمد بن أحمد الفتوحی، الشہیر بابن النجار(م972ھ) منتھی الإرادات، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1419ھ) 5/ 31۔
Muhamad bin Ahmad al-fatuḥi, Ibn-e-Najjār, Muntaha al-irādāt, (Beirut: Muasasah al-risālah' 1419 H), 5/31.

(4)ابو بکر بن مسعود، الکاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، الطبعۃ الثانیۃ(بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1406ھ)،7/ 242۔
Abubakr bin Masʿūd, al-kasāni, Badāyiʿe al-sanāyiʿe fi tartīb al-sharayiʿe, (Beirut: Dār-ul-ktub al-ʿelmiyah, 1406 H), 7/242.

(5)محمد بن احمد، شھاب الدین الرملی(م1004ھ)، نہایۃ المحتاج إلی شرح المنھاج،(بیروت: دار الفکر'1404ھ)، 7/ 298، 299۔
Muhammad bin Ahmad, Shihāb-ul-dīn al-Ramli, Nihāyat-ul-minhāj ’ila sharḥil-minhāj, (Beirut: Dār-ul-Fikr (1404 H), 7/298, 299.

(6) احمد بن محمد الدردیر، ابوالبرکات(م1201ھ)الشرح الکبیر،(بیروت: دار الفکر)، 4/ 256۔
Ahmad bin Muhammad al-Dardīr, Abu al-Barakāt, al-Sharḥ al-Kabīr, (Beirut: Dār al-Fikr) 4/256.

(7)ایضاً، 4/ 258۔

Ibid. 4/258.

(8) القرآن: 33۔

Al-Qur’ān: 33.

(9)الکاسانی، بدائع الصنائع،7/ 242،243۔

Al-kasāni, Badāyiʿe al-sanāyiʿe, 7/ 242, 243.

(10)الرملی، نھایۃ المحتاج الی شرح المنہاج،7/ 299۔

Al-Ramli, Nihāyat-ul-minhāj ’ila sharḥil-minhāj, 7/ 299.

(11)الکاسانی، بدائع الصنائع،7/ 243،244۔

Al-kasāni, Badāyiʿe al-sanāyiʿe, 7/ 243, 244.

(12) الشیرازی، المھذب،3/ 190۔

Al-Shirāzī, Al-Muhazzab, 3/190.

(13) الکاسانی، بدائع الصنائع،7/ 239۔

Al-kasāni, Badāyiʿe al-sanāyiʿe, 7/ 239.

(14) الشیرازی، المھذب،3/ 188۔

Al-Shirāzī, Al-Muhazzab, 3/188.

(15)عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ، ابو محمد، المغنی،(مصر: مکتبۃ القاھرۃ، 1388ھ)، 8/ 314،315۔

Abdullah bin Ahmad bin Muhammad bin Qudāmah, Abu Muhammad, Al-Mughni, (Egypt: Maktabat ul-Qāhirah,1388H), 8/314, 315.

(16) ایضاً۔

Ibid.

(17) الدردیر، الشرح الکبیر، 4/ 254۔

Al-Dardīr, Al-Sharḥ Al-Kabīr, 4/ 254.

(18) عبداللہ ابن قدامۃ، المغنی، 8/ 315۔

Abd Ullah Ibn e Qudāmah, Al-Mughni, 8/ 315.

(19) الشیرازی، المھذب، 3/ 188۔

Al-Shirāzī, Al-Muhazzab, 3/188.

(20) الکاسانی، بدائع الصنائع، 7/ 303۔

Al-kasāni, Badāyiʿe al-sanāyiʿe, 7/303

(21) ایضاً۔

Ibid.

(22) الرملی، نھایۃ المحتاج الی شرح المنھاج، 7/ 299۔

Al-Ramli, Nihāyat-ul-minhāj ʾila sharḥil-minhāj, 7/ 299.

(23) الکاسانی، بدائع الصنائع، 7/ 243،244۔

Al-kasāni, Badāyiʿe al-sanāyiʿe, 7/ 243, 244.

(24) ایضاً

Ibid.

(25) حطاب الرعینی، مواھب الجلیل مع حاشیۃ التاج والاکلیل، 6/ 251،252۔

Ḥattāb al-Ruaʿīnī, Mawāhib-ul-jalīl Maʿa Ḥashiah al-Tāj wal Iklīl, 6/251,252.

(26) الدردیر، الشرح الکبیر، 4/ 258،259۔

Al-Dardīr, Al-Sharḥ Al-Kabīr, 4/258, 259.

(27) الرملی، نھایۃ المحتاج الی شرح المنھاج، 7/ 299 ۔

Al-Ramli, Nihāyat-ul-minhāj ʾila sharḥil-minhāj, 7/299

(28) عبدالرحمٰن ابن قدامۃ، الشرح الکبیر، 9/ 384،385۔

Abd Ullah Ibn e Qudāmah, Al-Mughni, 9/ 384, 385.

(29) الشیرازی، المھذب، 3/ 197،198۔

Al-Shirāzī, Al-Muhazzab, 3/ 197, 198.

(30) عثمان بن علی، الزیلعی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وحاشیۃ الشِّلْبِی، (قاھرۃ: المطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ 1313ھ)، 6/ 107-113۔

Usmān bin Ali, Al-Zailʿī, Sharḥ Kanz ul-Daqāeq wa Ḥashiah al-Shilbi, (Qario: Al-matbʿa al-kubra al-Amīriyah,1313H),6/107-113.

(31) ایضاً۔

Ibid.

(32) الکاسانی، بدائع الصنائع، 7/ 246۔

Al-kasāni, Badāyiʿe al-sanāyiʿe, 7/246.

(33) الدردیر، الشرح الکبیر، 4/ 256۔

Al-Dardīr, Al-Sharḥ Al-Kabīr, 4/ 256.

(34) الشیرازی، المھذب، 3/ 191، 192۔

Al-Shirāzī, Al-Muhazzab, 3/191, 192.

(35) یہ روایت مختلف طرق سے مروی ہے۔اور محدثین کرام نے اس پر کلام کیا ہے۔البتہ بعض نے اس کو مرسل، جب کہ بعض دیگر نے اس کو مرفوع روایت کیا ہے۔ جیسے کہ صاحبِ نصب الرایہ نے نقل کیا ہے۔ عبد الله بن يوسف، الزيلعي، ابو محمّد (م 762ھ) نصب الراية لأحاديث الهداية، الطبعة الأولى (بيروت : مؤسسة الريان للطباعة والنشر،1418ھ)، 4/ 341- 343.

Abdullah bin Yousaf, Al-Zailʿi, Abu Muhammad, Nasb ul-Rāyah, (Beirut: Mu'assisah Al-Rayyān littabaʿh wal nashr, 1418 H)" 4/ 341-343.

(36) الکاسانی، بدائع الصنائع، 7/ 245، 246۔

Al-kasāni, Badāyiʿe al-sanāyiʿe, 7/ 245, 246.

(37) القرآن: 194

Al-Qur'ān: 194.

(38) القرآن: 126

Al-Qur'ān: 126.

(39) احمد بن حسین البیھقی، ابو بکر(م458ھ) السنن الکبری، الطبعۃ الثالثۃ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1424ھ)، 50-کتاب الجراح، حدیث نمبر 15993۔اس روایت کے بارے میں امام زیلعی اور ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی اسناد میں راوی معروف نہیں ہیں- **الزيلعی، نصب الراية، 4/ 343، 344. احمد بن علی، ابن حجر العسقلانی (م 852ھ) الدراية فی تخريج احاديث الهداية، (بيروت: دار المعرفة)، كتاب الجنايات،حديث نمبر 1012.**

Ahmad bin Ali, Ibn e Ḥajar Al-Asqalāni, Al-Dirāyah fi Takhrīj Ahadith al-Hidāyah, (Beirut: Dār al-Maʿārifah), Kitāb al-Jināyat, Hadith No. 1012.

(40) القرآن: 45

Al-Qur'ān:45.

(41) حطاب الرعینی، مواھب الجلیل مع حاشیۃ التاج والاکلیل، 6/ 256۔

Ḥattāb al-Ruaʿīnī, Mawāhib-ul-jalīl Maʿa Ḥashiah al-Tāj wal Iklīl, 6/ 256.

(42) اللجنۃ الفتوی بالجامع الأزھر، إجابۃ عن سؤال آلۃ القصاص، مجلۃ الأزھر (رجب1356ھ-1937م) ص 503۔

Al-Lujnah al-Fatwa bil Jāmiʿ Al-Azhar, Ijābah ʿan sawāl 'Aalah al-Qisās, Mujjallah Al-Azhar (Rajab 1356 -1937 H), p. 503.

(43) عبداللہ بن قدامۃ، المغنی، 8/ 318۔

Abd Ullah Ibn e Qudāmah, Al-Mughni, 8/ 318.